سبق ۱۰

لڑی میں پروئے ہوئے منظر

www.ilmkidunya.com

مصنف کا تعارف:

رضا علی عابد ولادت: ۳۰ نومبر ۱۹۳۵ء

رضا علی عابدی روڑکی، ضلع ہری دوار (اُتر کھنڈ، انڈیا) میں پیدا ہوئے۔ اُن کے والد کا تعلق لکھنؤ سے تھا۔ ۱۹۵۰ء میں کراچی (پاکستان) آگئے۔ اُنھیں بچپن ہی سے پڑھنے لکھنے کا شوق تھا چناں چہ طلب علمی کے زمانے میں ہی اپنے زورِ مطالعہ کی مدد سے فن خبر نگاری سے مکمل واقف ہو چکے تھے جس کی بنا پر اُنھوں نے بیس برس کی عمر میں پہلی بار بائیں ہاتھ سے انگریزی خبر کا ترجمہ کیا۔ ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ کے عرصے میں وہ عملی طور پر روزنامہ ''حریت'' کے ساتھ منسلک تھے، چناں چہ جنگ کے تمام حالات و واقعات کو روزنامہ ''حریت'' میں رپورٹ کرتے رہے۔

اس کے بعد مزید تعلیم حاصل کرنے کے لیے برطانیہ چلے گئے اور پھر وہیں ۱۹۷۲ء میں بی بی سی سے منسلک ہو کر عملی زندگی کا آغاز کیا اور کچھ ہی عرصے میں بی بی سی کے پروگراموں کو اس دل نشیں انداز میں پیش کیا کہ دنیا بھر کے اُردو بولنے والوں کے دلوں میں اُردو کی قدر و منزلت بڑھا دیا اور اسی پلیٹ فارم سے ریڈیائی دستاویزی پروگراموں کی وجہ سے خاصی شہرت پائی، جہاں سے وہ ۱۹۹۶ء میں ریٹائر ہوئے۔

رضا علی عابدی جنھیں اُردو، سندھی، عربی، فارسی اور انگریزی زبانوں پر بڑا عبور حاصل ہے، بڑے بسیار نویس ہیں۔ وہ تادمِ تحریر تیس سے زیادہ کتابیں تصنیف کر چکے ہیں جن میں ''جرنیلی سڑک، شیر دریا، جہازی بھائی، ریل کہانی، پہلا سفر، کتب خانہ، اُردو کا حال، اپنی آواز، کتابیں اپنے آبا کی اور جانے پہچانے'' شامل ہیں۔ ان میں سے نصف تصانیف کے مخاطب بچے ہیں۔

یوں تو رضا علی عابدی کی ہر تصنیف ہی اہم ہے مگر اس وقت ہمارے روئے سخن اُن کے سفرنامے ''جرنیلی سڑک'' کی طرف ہے۔ یہ طویل جرنیلی سڑک جسے ''جی ٹی روڈ'' بھی کہا جاتا ہے اور جو موجودہ بنگلہ دیش کو افغانستان سے ملاتی ہے، برِاعظم کے حکمران شیر شاہ سوری (۱۴۷۲ء۔۱۵۴۵ء) نے اپنے دورِ اقتدار میں تعمیر کرایا تھا۔ اس سڑک کی چھان بین میں رضا علی عابدی نے ایک ماہ تک مسلسل سفر کیا۔ اس کتاب میں جرنیلی سڑک پر واقع تمام اہم آبادیوں، اُن کی وجہ تسمیہ اور ثقافت کا تذکرہ ہے۔ مصنف کی یہ تحریر طنز و مزاح، اُداسیوں اور خوشیوں کے مختلف رنگوں سے مزین ہے۔

مرکزی خیال

رضا علی عابدی صاحب کے اس سفرنامے میں اُنھوں نے مختلف مقامات کا سفر جرنیلی سڑک سے کیا۔ دورانِ سفر قدیم تاریخ، تاریخی عمارتیں، تاریخی کرداروں کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ جدید تبدیلیوں پر بھی خوب نکتے اُٹھائے ہیں۔

خلاصہ

یہ معلوماتی کہانی مشہور مصنف رضا علی عابدی صاحب جو بسیار نویس بھی کہلاتے ہیں۔ ان کی تصنیف ''جرنیلی سڑک'' سے لی گئی ہے۔ کہتے ہیں: یہ جرنیلی سڑک عجیب سی سڑک ہے۔ اگر آپ اس پر چلتے جائیں تو اس کی راہ میں جتنے منظر آتے ہیں وہ شاید ہی کہیں آتے ہوں۔ اس پر چلتے ہوئے ایک آباد سرزمین کی معاشرت، معیشت اور تاریخ آپ کے ساتھ چلتی ہے۔ سڑک کے منظروں میں کہیں حیرت اور کہیں عبرت دکھائی دیتی ہے۔ جب میں اس سڑک پر پشاور سے چلا تو قلعہ بالا حصار کے نیچے ایک پتھر پر ''شاہراہِ پاکستان'' لکھا تھا اور اس پر کسی وزیر کا نام بھی کندہ تھا۔ وادیٔ پشاور بہت سرسبز نظر آ رہی تھی۔ کبھی ریلوے لائن سڑک کے قریب آ جاتی تھی کبھی بستیاں بھی آتیں اور گزر جاتیں۔ رمضان کا مہینا تھا اس لیے چائے خانے بند پڑے تھے۔ چلتے ہوئے اچانک ہی دریائے کابل آ گیا جس سے یہ اندازہ ہوا کہ یہ نوشہرہ کے قریب پہنچنے کی پہچان تھی۔ یہ شہر شاید بادشاہ اکبر نے آباد کیا تھا۔ یہاں

نوشہرہ خورد اور نوشہرہ کلاں دو گاؤں تھے۔ ایک سرائے بھی تھا جہاں بادشاہ جہانگیر ٹھہرا تھا۔ ایک قلعہ بھی تھا۔ اب ہم دریا کے ساتھ ایک چھوٹے سے گاؤں ''لاہور'' پہنچے جو آج بھی آباد ہے۔ سنسکرت کے قواعد کا سب سے بڑا عالم پانینی اسی گاؤں میں پیدا ہوا تھا۔ اس سے تھوڑا آگے گاؤں ''ہنڈ'' تھا جو کبھی قندھارا کا پایۂ تخت تھا۔ وہیں آکر سکندر اعظم نے دریائے سندھ پار کیا تھا اور چنگیز خان دریا کا پاٹ دیکھ کر واپس مڑ گیا تھا۔ اسی جگہ پر محمود غزنوی نے راجا جے پال کو شکست دی تھی۔ تاریخ دانوں نے اس جگہ کو ہندوستان کا دروازہ کہا تھا مگر اب یہ ایک گم نام سا گاؤں ہے۔ اچانک ہی خیر آباد آگیا۔ دریائے سندھ شاہانہ انداز میں بہہ رہا تھا۔ اس کے دوسرے کنارے پر عظیم الشان قلعہ اٹک تھا۔ یہ قلعہ چار صدیوں کا گواہ ہے۔ اب اس قلعے میں فوج رہتی ہے۔

یہاں سے ہماری گاری نئے پل کے ذریعے آگے بڑھی۔ انگریزوں کے دور کا لوہے کا پل بھی سامنے نظر آرہا تھا۔ موٹر گاڑیاں نئے پل پر چلتی ہیں اور ریل گاڑیاں لوہے کے پرانے پل پر۔ کہتے ہیں اٹک کا یہ نام اکبر بادشاہ نے رکھا تھا۔ اسے نام رکھنے کا بہت شوق تھا۔ وہ خوب صورت مقامات کا دل دادہ تھا۔ اسی طرح ایک خوب صورت مقام دیکھ کر اس کے منہ سے ''واہ'' نکلی تو اس کا نام ''واہ'' رکھ دیا۔ چلتے ہوئے دریائے سندھ کے کنارے اس کا قافلہ اٹک گیا وہ جگہ اٹک کہلائی جب قافلہ جب خیر سے پار اُتر گیا تو نام ''خیر آباد'' رکھا۔ اکبر نے اپنے پیش رو شیر شاہ سے بہت کچھ سیکھا۔ شیر شاہ کی مملکت بہار سے پنجاب تک پھیلی ہوئی تھی۔ بہار میں قلعہ روہتاس تھا۔ دوسرے سرے میں پنجاب میں شیر شاہ نے گکھڑوں کی زمین پر قلعہ بنوایا تو اس کا نام بھی رُہتاس رکھا۔ اکبر اٹک شہر کے دریا کو کشتیوں کے ذریعے دریا پار کروانے کے لیے بنارس سے ملاح لایا اور اس خیال سے کہ وہ اب اسی جگہ کو اپنا وطن سمجھیں اسے ''اٹک بنارس'' کا نام دے دیا۔ ملاحوں کے لیے ایک محلّہ بنایا جس کا نام ''ملاحی ٹولہ'' رکھا۔ وہاں پرانے ملاحوں کی اولادیں اب تک آباد ہیں۔ اس کے پاس ہی جہانگیر بادشاہ کے زمانے کی سرائے ہے جو بہترین حالت میں آج بھی موجود ہے۔ قلعہ اٹک مختلف حکومتوں کی چھینا جھپٹی کے بعد آج تک قائم ہے۔ یہاں دریا پار پنجاب کے علاقے میں داخل ہونے والی گاڑیوں کی تلاشی لینے اور کسٹم ایکسائز کا عملہ ہے۔ راستے میں حسن ابدال آتا ہے۔ مغل مؤرخین لکھتے ہیں کہ لاہور سے کابل کی شاہراہ پر یہ حسین ترین مقام ہے۔ مگر آج وہاں جھرنوں کے شور اور چڑیوں کی چہکار سے زیادہ ہوٹلوں کے لاؤڈ سپیکروں پر گونجتی فلمی گانوں کی آوازیں ہیں۔ ایک طرف سکھوں کا مشہور گردوارہ پنجہ صاحب اور دوسری طرف بابا ولی قندھاری کی چلّہ گاہ ہے۔ کہتے ہیں کہ کشمیر کی طرف مڑ جانے والی سڑک پر اکبر کی بیٹی لالہ رُخ کی قبر ہے۔ حسن ابدال کے قریب اس مغل باغ کے آثار آج بھی موجود ہیں جہاں سے جہانگیر نے مچھلیاں پکڑیں اور پھر ان کی ناک میں موتی پرو کر پھر سے تالاب میں چھوڑ دیا تھا۔ یہیں وہ بڑی سی چٹان بھی ہے جہاں نانک کے پنجے کا نشان ہے۔ آگے بڑھیں تو واہ کینٹ سے جہاں مغلوں کی بہت بڑی باؤلی آج بھی موجود ہے۔ اب لوگ پمپ کے ذریعے یہاں سے پانی کھینچتے ہیں۔ واہ سے آگے سرائے کالا ہے جہاں کالے پتھر کی کونڈیاں فروخت ہوتی ہیں اور یہ سرائے کالا کی پہچان ہے۔ مغلوں کے دور کی سرائیں تو اب نہیں رہیں مگر ان کی بستیوں کے نام کے ساتھ سرائے لگا ہوا ہے۔ ٹیکسلا ہندوستان کے تاج میں جڑا علم کا وہ نگینہ ہے جہاں گیان دھیان کی کرنیں ایک عالم کو منور کیا کرتی تھیں۔ اس گزرگاہ سے چین، افغانستان، وسطی ایشیا، ایران اور ایشیائے کوچک سے قافلے گزرے ہوں گے۔ ازاں بعد انگریزوں نے گرینڈ ٹرنک روڈ کی تعمیر شروع کی تو انجینئروں نے آنے جانے کی آسانی کے لیے پہاڑی میں درّہ کاٹ کر رستہ بنا دیا۔ البتہ بلندی پر اب بھی اکبر کی سڑک جو اس نے کابل پر حملے کے لیے بنائی تھی کے آثار موجود ہیں۔ درّے کے اوپر نکلسن کی لاٹ میلوں دُور سے نظر آتی ہے۔ نکلسن کو اکبر نے پٹھانوں کے علاقے کا منتظم بنا کر بھیجا تھا اور ۱۸۵۷ء میں برطانوی فوج نے جب دلی کا محاصرہ کیا تو اس محاصرے کو توڑنے کے دوران وہ زخمی ہو کر مارا گیا۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
شعور	سمجھ بوجھ، سلیقہ مندی	معاشرت	رہن، سہن

www.ilmkidunya.com

شریکِ راز	رازداں، رازدار	عبرت	سبق حاصل کرنا
مملکت	سلطنت، حکومت	شاہراہِ پاکستان	پشاور سے آنے والی سڑک
روایت	پرانی رسم	چائے خانے	چائے پینے کے ٹھکانے
تمازت	تپش، گرمی کی شدت	کابل	افغانستان کا شہر
نوشہرہ خورد	ایک چھوٹا شہر	قلعہ بالا حصار	پشاور کا قدیم قلعہ
بھگانا	دھکیلنا، گرانا	سرائیں	جہاں مسافر ٹھہرتے ہیں
قافلوں	سفری گروہ	سنسکرت	ہندوؤں کی پرانی مقدس زبان
قواعد	قانون، اُصول، گرامر	عالم پانینی	سنسکرت کا ایک سکالر
معیشت	معاشی صورتِ حال، روزگار	گندھارا	ایک قدیم ریاست جو خیبر پختونخوا اور پوٹھوہار کے کچھ علاقوں پر مشتمل ہے
پایۂ تخت	دارالحکومت	دھندلی	جو صاف دکھائی نہ دے، مدھم
شاہانہ انداز	بادشاہوں کا سا انداز	اٹک بنارس	اٹک میں ایک محلّہ
عینی شاہد	آنکھوں دیکھا گواہ	چشم دید گواہ	عینی شاہد
دعائیں دم	مشکل وقت میں دعا کرنا	بے ساختہ	بے اختیار
پیش رو	آگے چلنے والا	مملکتِ بہار	بہار کی حکومت
شگاف	دراڑ، پھٹا ہوا	اٹک	ایک شہر کا نام
ملاحی ٹولہ	کشتی چلانے والا گروہ	باؤلی	ایک لمبا چوڑا کنواں جس میں سیڑھیاں ہوتی ہیں
آثار	نشان، نقوش	چھینا جھپٹی	زبردستی کسی شے کو حاصل کرنا
مستعدی	آمادگی، تیاری	مشقت	محنت، ریاضت
گیان	دانائی، عقل، سمجھ بوجھ	عظیم الشان	بڑی شان و شوکت والا
ٹولی		پڑاؤ	ٹھہرنے کی جگہ
مغل مؤرخ	مغلیہ تاریخ لکھنے والا	جھرنوں	آبشاروں، پہاڑوں، چشموں سے نکلنے والا پانی
پنجہ صاحب	سکھوں کا گردوارہ	بابا ولی قندھاری	ایک مسلمان درویش
عالمِ شباب	جوانی کا وقت	طامس مور	ایک انگریز وکیل اور سماجی فلسفی
عقیدہ	مذہبی یقین	سیراب	سرسبز و شاداب
کونڈیاں	مٹی یا پتھر کی بنی ہوئی دوریاں	کھنڈر	ویران ٹوٹے پھوٹے مکان وغیرہ

مردم شماری	آدمیوں کی گنتی	ان گنت	بے شمار
لاؤلشکر	فوج مع ساز و سامان	لشکرِ جرار	بہت بڑی فوج
تا حدِ نگاہ	جہاں تک نظر جاتی ہو	بیوپاری	سوداگر، تجارت کرنے والا
گہرا درّہ	دو پہاڑیوں کے درمیان گھاٹی	دالان	صحن، آنگن
مطب	دواخانہ	عالم سے بے خبر	جہان سے بے خبر

پیراگراف کی تشریح

پیراگراف 1: یہیں وہ بڑی سی چٹان ہے جس کے بارے میں سکھوں کا یہ عقیدہ ہے کہ اسے باباولی قندھاری نے پہاڑی کے اوپر سے لڑکا دیا تھا اور نیچے بابا گرونانک نے چٹان کو اپنے ایک پنجے پر روک لیا تھا۔ چٹان پر نانک کے پنجے کا نشان بن گیا تھا جو آج تک موجود ہے۔ تاریخ کا حساب رکھنے والے کہتے ہیں کہ جب گرونانک پشاور جاتے ہوئے حسن ابدال آئے تھے، باباولی قندھاری اس سے بہت پہلے نہ صرف حسن ابدال سے بلکہ اس عالم فانی سے کوچ کر چکے تھے۔ پرانی کتابوں میں لکھا ہے کہ پانچوں انگلیوں کا یہ نشان حسن ابدال والوں نے تراشا تھا۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
عقیدہ	یقین	عالمِ فانی	ختم ہونے والی دُنیا
چٹان	بھاری پتھر کا پہاڑ	تراشنا	کھودنا

حوالہ متن: **سبق کا عنوان** : لڑی میں پروئے ہوئے منظر

مصنف کا نام : رضا علی عابدی

سیاق وسباق: یہ اقتباس سبق ''لڑی میں پروئے ہوئے منظر'' رضا علی عابدی کے سفرنامہ ''جرنیلی سڑک'' سے لیا گیا ہے۔ عابدہ صاحب نے اپنی پیشہ ورانہ زندگی میں صحافت اور براڈکاسٹنگ میں خوب نام کمایا۔ اپنی ذمہ داریوں اور فرائض کی انجام دہی کے سلسلے میں اُنھیں وطنِ عزیز کے طول وعرض کے اسفار کرنے پڑے۔ انھی سفری ڈاکومیٹریز کو اُنھوں نے کاغذ پر اُتارا اور یوں ''جرنیلی سڑک'' کے نام سے دلچسپ اور معلوماتی تصنیف وجود میں آ گئی۔

تشریح: رضا علی عابدی نے برصغیر کی معروف تاریخی شاہراہ: جی ٹی روڈ اور دریائے سندھ کے کنارے کیے گئے اپنے سفروں کو کہانیوں کی صورت میں پیش کیا ہے۔ اپنے زورِ قلم سے قاری کو ماضی کی سیر کراتے ہوئے حال تک کمال مہارت سے سیر وتفریح کراتے ہیں۔ پاکستان کے مختلف خطوں، حصوں، علاقوں، شہروں اور قصبوں کی تاریخی، ثقافتی، علمی، ادبی اور مذہبی پس منظر سے آگاہ کرتے چلے جاتے ہیں۔ سولہویں صدی میں شیر شاہ سوری نے ہندوستان میں اپنی حکومت قائم کی تو اس کی ترجیحات میں 2500 کلومیٹر طویل قدیم سڑک جی ٹی روڈ کی تعمیر نو تھی، جو کابل سے لے کر کلکتہ تک پھیلی ہے۔ اس سڑک کے ذریعے سرکاری پیغام رسانی اور تجارت کو مؤثر اور تیز تر بنایا گیا۔ روایت ہے کہ اس سڑک کا پہلے نام جرنیلی سڑک تھا جو بعد میں انگریزوں کے دورِ حکمرانی میں بدل کر جی ٹی روڈ یعنی گرینڈ ٹرنک روڈ رکھا گیا۔ سیکڑوں برس پہلے اس سڑک کا گزر کابل سے ہوتا ہوا پہلے لاہور پھر دہلی سے ہو کر بالآخر کلکتہ جا کر ختم ہو جاتا ہے۔ اسی سڑک پر ایک پرفضا مقام حسن ابدال آتا ہے۔ یہاں پر سکھوں کا ایک مقدس مقام گوردوارہ پنجہ صاحب واقع ہے۔ پنجہ صاحب کے پیچھے ایک روایت ہے کہ کشمیر جاتے ہوئے بابا گرونانک دریائے سندھ سے بیس کوس کے فاصلے پر ایک اونچی سے پہاڑی کے نزدیک حسن ابدال شہر کے پاس ڈیرہ لگائے بیٹھے تھے کہ بھائی مردانہ کو پیاس لگی۔ اس پر گرونانک نے کہا کہ اس پہاڑی کی چوٹی پر ایک مسلمان فقیر ولی

www.ilmkidunya.com

قندھاری رہتا ہے اس کے پاس پانی ہے تو جا کر وہاں سے پانی مانگ کر لا۔ جب بھائی مردانہ نے پہاڑ کی چوٹی پر جا کر اپنی عرض بیان کی تو ولی قندھاری نے کہا کہ اگر بابا نانک اتنا ہی بزرگ ہے تو تیری پیاس کیوں نہیں بجھاتا؟ لہٰذا اپنے نانک سے پانی مانگ۔ جب بھائی مردانہ پیاس سے نڈھال ہو کر نیچے پہنچا اور بابا گرونانک کو ولی قندھاری کے انکار سے آگاہ کیا تو کہا جاتا ہے کہ بابا نانک نے بھائی مردانہ کو پھر ولی قندھاری کے پاس بھیجا اور کہا کہ ہم مہمان ہیں۔ پانی دینے سے دوبارہ انکار کیا گیا تو بابا گرونانک نے جلال میں آ کر اپنی چھڑی زمین پر ماری، چھڑی لگنے کی دیر تھی کہ پانی بہہ نکلا جس سے اوپر پہاڑی پر موجود ولی قندھاری کا چشمہ خشک ہو گیا۔ ولی قندھاری کو غصہ آیا اور اُنھوں نے ایک بھاری چٹان نیچے بابا گرونانک کی جانب لڑھکا دی۔ بابا گرونانک نے چٹان کو اپنے ہاتھ سے روک لیا مگر اس پر بابا گرونانک کے ہاتھ کا نشان پنجے کی صورت میں ثبت ہو گیا۔ بابا ولی قندھاری نے بابا گرونانک سے معافی مانگی جس پر گرونانک یہ کہہ کر وہاں سے چل دیے کہ ”تکبر چھوڑ عاجزی اختیار کر“۔ تاہم، تاریخ دانوں کا کہنا ہے کہ بابا ولی قندھاری بابا گرونانک کے حسن ابدال جانے سے پہلے ہی وفات پا چکے تھے۔ ان کا خیال ہے کہ چٹان پر موجود نشان حسن ابدال کے لوگوں نے بعد میں تراشا تھا۔

پیراگراف 2: آپ اس پر چلیں اور شعور کی آنکھیں کھلی رہیں تو جتنے اور جیسے منظر اس راہ میں آتے ہیں، شاید ہی کہیں آتے ہوں۔ آپ چلتے جاتے ہیں اور ایک نہایت آباد سرزمین کی معاشرت، معیشت اور تاریخ آپ کے ہم راہ چلتی ہے۔ کہیں حیرت آپ کے قدم سے قدم ملا کر چلنے لگتی ہے اور کہیں عبرت، منظر بدلتے جاتے ہیں مگر وہ لڑی نہیں بدلتی جس میں وہ سارے کے سارے پروئے ہوئے ہیں۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
شعور	سمجھ بوجھ	حیرت	حیرانی
معاشرت	مل جل کر رہنا	عبرت	سبق سیکھنا

سیاق و سباق: یہ اقتباس سبق ”لڑی میں پروئے ہوئے منظر“ رضا علی عابدہ کے سفرنامہ ”جرنیلی سڑک“ سے لیا گیا ہے۔ عابدہ صاحب نے اپنی پیشہ ورانہ زندگی میں صحافت اور براڈ کاسٹنگ میں خوب نام کمایا۔ اپنی ذمہ داریوں اور فرائض کی انجام دہی کے سلسلے میں اُنھیں وطنِ عزیز کے طول و عرض کے اسفار کرنے پڑے۔ انھی سفری ڈاکومیٹریز کو اُنھوں نے کاغذ پر اُتارا اور یوں ”جرنیلی سڑک“ کے نام سے دلچسپ اور معلوماتی تصنیف وجود میں آ گئی۔

تشریح: رضا علی عابدی نے برصغیر کی معروف تاریخی شاہ راہ: جی ٹی روڈ اور دریائے سندھ کے کنارے کیے گئے اسفار کو رودادوں کی صورت میں پیش کیا۔ سولہویں صدی میں شیر شاہ سوری نے جب ہندوستان میں اپنی حکومت قائم کی تو اس کی ترجیحات میں 2500 کلومیٹر طویل قدیم سڑک جی ٹی روڈ کی تعمیر نو تھی، جو کابل سے لے کر کلکتہ تک پھیلی ہے، تاکہ سرکاری پیغام رسانی اور تجارت کو مؤثر اور تیز تر بنایا جائے۔ اس سڑک کے بارے میں روایت ہے کہ اس سڑک کا پہلے نام جرنیلی سڑک تھا جو بعد میں انگریزوں کے دورِ حکمرانی میں بدل کر جی ٹی روڈ یعنی گرینڈ ٹرنک روڈ رکھا گیا۔ سیکڑوں سال پہلے یہ سڑک کابل سے گزرتی ہوئی پہلے لاہور پھر دہلی سے ہو کر بالآخر کلکتہ جا کر ختم ہوتی ہے۔ کابل افغانستان میں حکومتوں کا مرکز رہا، دہلی مغل بادشاہوں اور پھر کلکتہ انگریز سرکار کی حکومت کا ہیڈ کوارٹر بنا۔ یہ جرنیلی سڑک اٹھارویں صدی تک نقل و حمل اور تجارتی اعتبار سے انتہائی اہمیت اختیار کر گئی۔ جرنیلی سڑک کا گزر دو ہزار سال سے بھی زائد قدیم تہذیب کے مرکز ٹیکسلا سے بھی ہوتا ہے۔ اس سڑک کے کناروں پر مسافروں کے لیے سہولیات کی خاطر جگہ جگہ سرائے بنائے گئے اور سائے کے لیے درختوں سے سجایا گیا۔ جرنیلی سڑک وہ طویل اور متنوع شاہ راہ ہے جو مختلف ملکوں کو جوڑتی ہے۔ یہ صرف ایک سڑک نہیں ہے بلکہ تاریخ کی کہانی بیان کرتا ہوا سفر ہے۔ شاہراہ کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے عقل و شعور رکھنے والے مسافر مختلف مناظر، آباد سرزمین کی معاشرت، معیشت اور تاریخ کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ اس سڑک کا سفر حیرت، عبرت اور بصیرت سے بھرا ہوا ہے۔ یہ سڑک قوم کی وحدت اور یکجہتی کی علامت ہے۔ یہ ایک ایسی جگہ ہے جہاں لوگ تجارت کی غرض سے مختلف ثقافتوں اور پس منظر سے آ کر ایک دوسرے سے ملتے ہیں اور ایک دوسرے سے سیکھتے ہیں۔

www.ilmkidunya.com

مشق

۱۔ درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیں۔

(i) مصنف کو بالا حصار سے نیچے آنے کے بعد ایک پتھر پر لکھا نظر آیا:

(الف) شاہراہِ ریشم　(ب) شاہراہِ پاکستان ✓　(ج) شاہراہِ قدیم　(د) شاہراہِ جرنیل

(ii) وادیٔ پشاور نظر آرہی تھی:

(الف) ریگ زار　(ب) مرغزار　(ج) ویران　(د) سرسبز ✓

(iii) مؤرخوں نے ہندوستان کا دروازہ کہا تھا:

(الف) لنڈی کوتل کو ✓　(ب) پشاور کو　(ج) ہنڈ کو　(د) نوشہرہ کو

(iv) اٹک کا نام رکھا تھا:

(الف) محمود غزنوی نے　(ب) شہاب الدین غوری نے　(ج) اکبرِ اعظم نے　(د) شیر شاہ سوری نے ✓

(v) سکھوں کا مشہور گردوارہ واقع ہے:

(الف) نوشہرہ میں　(ب) اٹک میں　(ج) حسن ابدال میں ✓　(د) واہ میں

(vi) نوشہرہ کے قریب آجانے کی پہچان تھی:

(الف) دریائے سندھ　(ب) دریائے کابل ✓　(ج) دریائے ہرو　(د) دریائے سون

جواب

(i)	(ب)	(ii)	(د)	(iii)	(الف)	(iv)	(د)	(v)	(ج)	(vi)	(ب)

۲۔ سبق ''اِبتدائی حساب'' کے متن کے مطابق دیے ہوئے سوالوں کے جواب لکھیں۔

(الف) مصنف کو (دُور سے) وادیٔ پشاور کیسی نظر آرہی تھی؟

جواب: مصنف کو دُور ہی سے پشاور کی وادی نہایت سرسبز نظر آرہی تھی۔

(ب) محمود غزنوی نے راجا جے پال کو کس جگہ شکست دی تھی؟

جواب: محمود غزنوی نے پنجاب کے راجا جے پال کو ہنڈ کے گاؤں کے مقام پر شکست دی۔

(ج) اٹک کا قلعہ کس دریا کے کنارے بنایا گیا تھا؟

جواب: اٹک کا قلعہ دریائے سندھ کے کنارے پر بنایا گیا ہے۔

(د) وہ کون سا بادشاہ تھا جسے جگہوں کے نام رکھنے کا بہت شوق تھا؟

جواب: مغل بادشاہ اکبر کو مختلف مقامات اور جگہوں کے نام رکھنے کا بڑا شوق تھا۔

(ہ) مؤرخین کے نزدیک لاہور سے قابل جانے والی شاہراہ پر حسین ترین منزل کون سی ہے؟

جواب: مؤرخین کے نزدیک لاہور سے قابل جانے والی شاہراہ پر حسین ترین منزل حسن ابدال ہے۔

www.ilmkidunya.com

۳۔ درج ذیل الفاظ کے مترادف الفاظ لکھیں۔

پتھر حیرت دل چسپ شوق آبادیاں حدود

جواب:

الفاظ	مترادف
پتھر	سنگ
دل چسپ	دل آویز
آبادیاں	بستیاں
حیرت	حیرانی
شوق	لگن
حدود	سرحدیں

۴۔ درج ذیل الفاظ کے متضاد الفاظ لکھیں۔

تمازت گم نام شاہانہ اوّل الذکر قدیم داخل

جواب:

الفاظ	متضاد
تمازت	ٹھنڈ
شاہانہ	فقیرانہ
قدیم	جدید
گم نام	نام ور
اوّل الذکر	اوّل الآخر
داخل	خروج

۵۔ درج ذیل الفاظ میں سے مذکر اور مونث الفاظ الگ الگ کریں۔

زمین وادی سڑک بستیاں دریا گاؤں سرائے قلعہ شکست دروازہ

جواب:

مذکر	
دریا	گاؤں
قلعہ	دروازہ
--	--

مونث	
زمین	وادی
سڑک	بستیاں
سرائے	شکست

متشابہ الفاظ:

متشابہ الفاظ سے مراد وہ الفاظ ہیں جو آواز یا شکل وصورت کے لحاظ سے تو ایک دوسرے سے مشابہت رکھتے ہیں لیکن اِعراب، املا یا معنی کے لحاظ سے ایک دوسرے سے مختلف ہوں۔ متشابہ الفاظ کی بالعموم درج ذیل تین صورتیں ہیں:

(الف) وہ الفاظ جن کا املا ایک جیسا ہو لیکن وہ معنوں کے اعتبار سے مختلف ہوں۔ مثلاً: ''ادا'' بہ معنی ادا کرنا اور ''ادا'' بہ معنی طرز یا ڈھنگ۔ ''بار'' بہ معنی بوجھ اور ''بار'' بہ معنی دفعہ۔ ''عرض'' بہ معنی گزارش اور ''عرض'' بہ معنی چوڑائی۔ ''کل'' بہ معنی مشین اور ''کل'' بہ معنی آنے والا یا گزرا ہوا دن۔ ''آب'' بہ معنی پانی اور ''آب'' بہ معنی چمک۔ ''دور'' بہ معنی زمانہ اور ''دور'' بہ معنی گردش۔ ''رقم'' بہ معنی روپیا پیسا اور ''رقم'' بہ معنی لکھنا۔

(ب) وہ الفاظ جن کا املا تو ایک جیسا ہو لیکن اِعراب کی تبدیلی سے ان کے معنی میں فرق پڑ جاتا ہو۔ مثلاً: دَر اور دُر۔ مُلک اور مَلک۔ عِلم اور علَم۔ دَور اور دُور۔ دَھن اور دُھن۔ بَین اور بِین۔ شِیر اور شیر۔ سِحر اور سَحر۔ اِعراب اور اَعراب۔

www.ilmkidunya.com

(ج) وہ الفاظ جن کی آواز تو بظاہر ایک جیسی ہو لیکن ان کا املا اور معنی مختلف ہوں۔ مثلاً: رازی، راضی۔ اثر، عصر۔ اصل، عسل۔ باز، بعض۔ چارہ، چارا۔ رسد، رصد۔ زن، ظن۔ سرت، کثرت۔ نقطہ، نکتہ۔ لعل، لال۔ مامور، معمور۔ حضر، حذر۔ آر، عار۔

۶۔ متشابہ الفاظ میں جزو (الف) اور جزو (ب) کے الفاظ کے معنی ہیں۔

جواب:

جز (الف)	
الفاظ	معنی
ادا	طرز یا ڈھنگ
بار	بوجھ۔ دفعہ
عرض	گزارش
کل	مشین کا پرزہ
آب	پانی
دور	زمانہ
رقم	پیسہ۔ لکھنا
--	--
--	--

جز (ب)	
الفاظ	معنی
دَر۔ دُور	دروازہ
مُلک۔ مَلک	وطن۔ ملکیت
عِلم۔ عَلم	جاننا۔ جھنڈا
دَور۔ دُور	زمانہ۔ فاصلہ
دَھن۔ دُھن	دولت۔ جنون
بَین۔ بِین	بیان۔ باجا
شِیر۔ شیر	میٹھا۔
سحر۔ سَحر	
اِعراب۔ اَعراب	

رموزِ اوقاف:

آپ نے رموزِ اوقاف کی چند اہم علامتوں: سکتہ، وقفہ، وقف لازم، تفصیلیہ اور ختمہ کے بارے میں گزشتہ سبق میں پڑھا ہے۔ یہاں باقی ماندہ اہم علامتوں کی وضاحت بیان کی جاتی ہے:

استفہامیہ یا سوالیہ (؟): یہ علامت کسی استفہامیہ یا سوالیہ جملے کے آخر میں لگائی جاتی ہے۔ مثلاً: یہ کیا ہے؟ یہ کتاب کس کی ہے؟ آج کیا تاریخ ہے؟ کون آواز دے رہا ہے؟ وغیرہ۔

ندائیہ (!): یہ علامت دراصل ''لفظ'' ندا کا مخفف ہے اور لفظ ''ندا'' کے الف کے نیچے نون کا نقطہ لگا کر بنائی گئی ہے۔ یہ علامت وہاں استعمال کی جاتی ہے جہاں کسی کو ندا دینا، پکارنا، خطاب کرنا مقصود ہو۔ مثلاً: خدایا! میری آرزو پوری کر دے۔ اے بھائی! ذرا میری بات سنو۔ وغیرہ۔

فجائیہ (!): جب تحریر میں غصہ، حقارت، تعجب، تمنا، ادب، تعظیم، ندامت، خوف، تحسین و آفرین وغیرہ جذبات کو ظاہر کرنا مقصود ہو تو یہ علامت استعمال کی جاتی ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ الفاظ بلا اختیار یا خود بخود زبان سے نکل گئے ہیں۔ مثلاً: واہ! وہ اور رحم! اس کی اُمید فضول ہے۔ اُف! بے چارہ چل بھی نہیں سکتا۔ وغیرہ۔

واوین (''''): اس علامت کا استعمال کسی کا قول من وعن نقل کرتے وقت یا کسی اقتباس کا اندراج کرتے وقت اس قول یا اقتباس کی ابتدا اور اس کے آخر میں کیا جاتا ہے، جس کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ واوین کے اندر والی عبارت گفت گو کرنے والے ہی کے الفاظ پر مشتمل ہے۔

www.ilmkidunya.com

مثلاً: باپ نے بیٹے سے کہا: ”بیٹا! محنت کرو، محنت کا پھل ضرور ملے گا۔“

مَیں نے ملازم سے کہا: ”جاؤ! میرا سامان گاڑی سے نکال لاؤ۔“

قوسین (): اس علامت میں جسے انگریزی میں بریکٹس کہا جاتا ہے، کسی بات کی وضاحت کے لیے وہ الفاظ لکھے جاتے ہیں جو لفظ معترضہ یا جملۂ معترضہ کے طور پر آتے ہیں اور انھیں حذف کر دینے سے عبارت کے ربط و تسلسل میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ مثلاً:

انور صاحب (مرحوم) سے ہمارے بھی دیرینہ تعلقات تھے۔

میرا گھر (مکان کا وہ حصہ جس میں میری سکونت ہے) خاصا بوسیدہ ہو گیا ہے۔

خط (---): انگریزی زبان میں اس علامت کو ڈیش کہا جاتا ہے۔ جس طرح قوسین جملہ معترضہ کو رواں تحریر سے الگ کرتی ہے، اسی طرح یہ علامت بھی نیم ختمہ کا کام دیتے ہوئے جملہ ختم کیے بغیر اس میں اچانک تبدیلی کو ظاہر کرتی ہے۔ مثلاً:

میں بیمار ہوں---- آپ سے ملنا بھی ضروری تھا۔

اب تو اسی تنخواہ میں---- وہ جتنی بھی ہے---- گزارا کرنا ہوگا۔

۷۔ رموزِ اوقاف کی علامتوں: استفہامیہ یا سوالیہ، ندائیہ، فجائیہ، واوین، قوسین اور خط کی علامتوں کا استعمال کرتے ہوئے ہر علامت کی دو دو مثالیں مزید دیں۔

جواب:

استفہامیہ یا سوالیہ:	؟	وہ کہاں گیا تھا؟	یہ تصویر کس کی ہے؟
ندائیہ:	!	یا اللہ! مجھے کامیاب کرنا۔	ارے واہ! آپ کب آئے بھائی جان!
فجائیہ:	!	اُف! جہاز کریش ہو گیا۔	افسوس! میں عید سے پہلے چلا جاؤں گا۔
واوین:	” “	ابا نے کہا: ”ایک اور ایک گیارہ“۔	امّی نے کہا: ”پھل کھالو۔“
قوسین:	( )	میرے ابا (مرحوم) میرے اچھے دوست تھے۔	
خط:	---	کاش میں بیمار نہ ہوتی ---- تو آپ سے ملنے ضرور آتی۔	

۸۔ درج ذیل پیراگراف توجہ سے پڑھیں اور آخر میں دیے گئے سوالوں کے جواب تحریر کریں۔

فورٹ منرو، پنجاب کے ضلع ڈیرہ غازی خان میں واقع ایک حسین پہاڑی مقام ہے جو اپنی قدرتی خوب صورتی اور دل کش مناظر کے باعث سیاحوں کے لیے ایک پُرکشش مقام ہے۔ سطح سمندر سے تقریباً ۶۴۷۰ فٹ بلند یہ مقام موسمِ گرما میں ٹھنڈی ہوائیں اور سرسبز پہاڑوں کا دل کش منظر پیش کرتا ہے۔ یہاں کے جنگلات، خوب صورت وادیاں اور چشمے دیکھنے والوں کو مسحور کر دیتے ہیں۔ فورٹ منرو کو تاریخی اہمیت بھی حاصل ہے کیوں کہ یہ علاقہ ماضی میں برطانوی فوج کے لیے ایک دفاعی چوکی کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ یہاں کی مخصوص ثقافت، روایتی طرزِ زندگی اور مقامی دست کاریوں کی دکانیں بھی سیاحوں کو اپنی طرف کھینچتی ہیں۔ فورٹ منرو کا سفر نہ صرف فطرت سے محبت کرنے والوں کے لیے ایک خوش گوار تجربہ ہوتا ہے بلکہ وہ لوگ جو سکون اور فطرت کے قریب رہنا چاہتے ہیں ان کے لیے بھی یہ ایک بہترین تفریح مقام ہے۔

سوالات:

(الف) فورٹ منرو کہاں واقع ہے اور اس کی وجہ شہرت کیا ہے؟

جواب: فورٹ منرو پنجاب کے ضلع ڈیرہ غازی خان میں واقع ہے۔ یہ ایک پہاڑی مقام ہے اور اپنی خوب صورتی کی وجہ سے مشہور ہے۔

www.ilmkidunya.com

(ب) فورٹ منرو کا موسم کیسا ہے؟

جواب: فورٹ منرو چوں کہ سطح سمندر سے تقریباً ۶۴۷۰ فٹ بلند مقام ہے اس لیے اس کا موسم ٹھنڈا ہے۔

(ج) **فورٹ منرو کی تاریخی حیثیت کا پس منظر کیا ہے؟**

جواب: ماضی میں یہ علاقہ برطانوی فوج کے لیے ایک دفاعی چوکی کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔

(د) **فورٹ منرو اپنی ثقافت اور دست کاریوں کے حوالے سے کیسی شہرت رکھتا ہے؟**

جواب: فورٹ منرو کی مخصوص ثقافت اور روایتی طرزِ زندگی بھی لوگوں میں مقبول ہے۔ مقامی دست کاریوں کی دکانیں بھی سیاحوں کی توجہ اپنی طرف کھینچتی ہیں۔

(ہ) **اس عبارت کا مناسب عنوان تجویز کریں۔**

جواب: فورٹ منرو ایک حسین پہاڑی مقام

سرگرمیاں:

- طلبہ اٹلس یا انٹرنیٹ سے سارک (SAARC) کے ممالک کا ایک نقشہ حاصل کریں اور اس میں جرنیلی سڑک (جی ٹی روڈ) کی نشان دہی کریں اور ٹیوٹوریل گروپ میں بتائیں۔
- اس سبق میں جتنی بھی آبادیوں کا تذکرہ ہوا ہے، طلبہ اس کی ایک فہرست بنائیں۔

اشاراتِ تدریس:

۱۔ اساتذہ برصغیر پاک و ہند کا ایک بڑا نقشہ حاصل کریں اور سنار گاؤں (بنگلہ دیش) سے کابل (افغانستان) تک جرنیلی سڑک کی نشان دہی کرائیں۔

۲۔ اساتذہ طلبہ کو بتائیں کہ قدیم زمانے میں اسی شاہراہ کے راستے قافلے گزرا کرتے تھے۔

۳۔ اساتذہ طلبہ کی معلومات میں اضافہ کریں کہ شمال مغرب کی طرف سے جتنے بھی حملہ آور (سوائے محمد بن قاسم کے) ہندوستان پر حملہ آور ہونے کے لیے آئے، وہ اسی شاہراہ کے راستے آئے۔

۴۔ اساتذہ ان تمام بڑے بڑے دریاؤں کے نام سے طلبہ کو آگاہ کریں جو اس شاہراہ کے راستے میں پڑتے ہیں۔

اضافی معروضی سوالات

(1) **اس نصابی سبق کے مصنف کا نام ہے:**

(الف) سر سید احمد خان　(ب) فاروق سرور　(ج) رضا علی عابدی ✓　(د) ابنِ انشا

(2) **مصنف چلا تھا:**

(الف) لنڈی کوتل سے　(ب) کابل سے　(ج) قندھار سے　(د) پشاور سے ✓

(3) **قلعہ بالا حصار کے پتھر پر نام لکھا ہوا تھا ایک:**

(الف) صدر کا　(ب) شہنشاہ کا　(ج) وزیر کا ✓　(د) فقیر کا

www.ilmkidunya.com

(4) پشاور شہر کے سب چائے خانے بند تھے:

(الف) ہڑتال کی وجہ سے (ب) رمضان کی وجہ سے ✓ (ج) طوفان کی وجہ سے (د) جلوسوں کی وجہ سے

(5) نوشہرہ شہر آباد کیا تھا:

(الف) شیر شاہ نے (ب) جہانگیر نے (ج) شاہ جہان نے (د) اکبر نے ✓

(6) نوشہرہ شہر کے نزدیک پہنچنے کی نشانی تھی:

(الف) دریائے راوی (ب) دریائے جہلم (ج) دریائے چناب (د) دریائے کابل ✓

(7) دریا پار کرنے کے لیے اکبر ملاحوں کو لایا تھا:

(الف) بہار سے (ب) بنارس سے ✓ (ج) کٹک سے (د) آگرے سے

(8) غیر ملکی لوگ سامان خرید کر لائے تھے:

(الف) نوشہرہ سے (ب) کابل سے (ج) بنارس سے (د) لنڈی کوتل سے ✓

(9) پنجہ صاحب گرودوارہ ہے:

(الف) اٹک میں (ب) حسن ابدال میں ✓ (ج) ٹیکسلا میں (د) منگلا میں

(10) مچھلیوں کے ناک میں موتی پروئے تھے:

(الف) اکبر بادشاہ نے (ب) بہادر شاہ ظفر نے (ج) جہانگیر بادشاہ نے ✓ (د) تیمور بادشاہ نے

(11) سرائے کالا مشہور ہے اپنی:

(الف) سراؤں کے لیے (ب) گھپلوں کے لیے (ج) کھنڈروں کے لیے (د) کونڈیوں کے لیے ✓

(12) سرائے کالا کے قریب کھنڈرات ہیں:

(الف) نیڈ گاؤں کے (ب) ہڑپہ کے (ج) ٹیکسلا کے ✓ (د) میر گڑھ کے

جواب

(1)	(ج)	(2)	(د)	(3)	(ج)	(4)	(ب)	(5)	(د)	(6)	(د)
(7)	(ب)	(8)	(د)	(9)	(ب)	(10)	(ج)	(11)	(د)	(12)	(ج)

اضافی مختصر سوالات

(1) رضا علی عابدی کب اور کہاں پیدا ہوئے؟

جواب: رضا علی عابدی ۳۰ نومبر ۱۹۳۵ء کو گاؤں روڑکی، ضلع ہری دوار (اُترکھنڈ، انڈیا) میں پیدا ہوئے۔

(2) رضا علی عابدی کے والد کا تعلق بھارت کے کس مشہور شہر سے تھا؟

جواب: رضا علی عابدی کے والد کا تعلق بھارت کے مشہور شہر لکھنؤ سے تھا۔

(3) رضا علی عابدی نے باقاعدہ خبر نگاری کب شروع کی؟

جواب: رضا علی عابدی نے طالب علمی کے دور سے ہی خبر نگاری کے فن سے واقف ہو گئے تھے۔

www.ilmkidunya.com

(4) رضا علی عابدی نے انگریزی خبر کا ترجمہ پہلی مرتبہ کس عمر میں کیا؟

جواب: رضا علی عابدی صاحب نے نے بیس سال کی عمر میں پہلی بار انگریزی خبر کا ترجمہ کیا۔

(5) رضا علی عابدی نے ۱۹۶۵ء کی جنگ کی رپورٹنگ کس اخبار میں کی؟

جواب: رضا علی عابدی نے ۱۹۶۵ء کی جنگ کی رپورٹنگ ''حریت'' اخبار میں کی۔

(6) رضا علی عابدی، بی بی سی کے ادارے سے کب منسلک ہوئے؟

جواب: رضا علی عابدی، بی بی سی کے ادارے سے ۱۹۷۲ء کو منسلک ہوئے۔

(7) رضا علی عابدی کو کون سی زبانوں پر عبور حاصل تھا؟

جواب: رضا علی عابدی کو اُردو، سندھی، عربی، فارسی اور انگریزی زبانوں پر عبور حاصل تھا۔

(8) رضا علی عابدی کی کتنی کتابیں شائع ہو چکی ہیں؟

جواب: رضا علی عابدی کی تیئس سے زائد کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔

(9) جرنیلی سڑک دوسرے کس نام سے زیادہ مشہور ہے؟

جواب: جرنیلی سڑک کا دوسرا مشہور ترین نام جی ٹی روڈ ہے۔

(10) جرنیلی سڑک کس نے بنوائی تھی؟

جواب: یہ سڑک شیر شاہ سوری نے بنوائی تھی۔

(11) رضا علی عابدی نے جرنیلی سڑک کی تاریخ و تہذیب تحقیق میں کتنا عرصہ محنت کی؟

جواب: رضا علی عابدی نے اس کی تحقیق کے لیے ایک ماہ اس پر گزارا اور سخت محنت سے اس کے بارے میں معلومات اکٹھی کیں۔

(12) ''لڑی میں پروئے ہوئے منظر سے کیا مراد ہے؟

جواب: لڑی سے مراد جرنیلی سڑک ہے جو سارے مناظر کو ایک کے بعد دوسرے منظر میں پروتی چلی جاتی ہے۔

(13) مصنف نے اپنا سفر پاکستان کے کس شہر سے شروع کیا؟

جواب: مصنف نے اپنا سفر پاکستان کے تاریخی شہر پشاور سے شروع کیا۔

(14) قلعہ بالا حصار سے نیچے لگے پتھر پر کیا لکھا ہوا تھا؟

جواب: قلعہ بالا حصار کے اس پتھر پر بڑے حروف میں شاہراہ پاکستان لکھا اور کسی وزیر کا نام بھی لکھا ہوا تھا۔

(15) نوشہرہ کس نے آباد کیا تھا؟

جواب: مصنف کے مطابق نوشہرہ شاید اکبر نے آباد کیا ہوگا۔ جہاں ایک سرائے تھی جس میں جہانگیر ٹھہرا تھا۔

(16) ان قلعوں اور سراؤں کی کیا حالت بن چکی ہے؟

جواب: اب وہ تمام قلعے اور سرائیں گزرے ہوئے وقت کے قافلوں کی ڈھول بن چکے ہیں۔

(17) سکھوں نے پشاور پر کب قبضہ کیا تھا؟

جواب: ۱۸۳۳ء کی جنگ میں سکھوں نے پشاور پر قبضہ کیا تھا۔

www.ilmkidunya.com

(18) ۱۸۳۴ء کی جنگ کے آخری معرکے کے بارے میں اس سبق میں کیا ذکر ملتا ہے؟

جواب: آخری معرکے میں سکھوں کی کمان رنجیت سنگھ نے سنبھالی۔ پٹھانوں کی طرف سے صرف دو سو یوسف زئی رہ گئے۔ تھوڑی دیر کی لڑائی میں وہ بھی ختم ہو گئے۔

(19) مشہور عالم پانینی کون تھا؟

جواب: پانینی سنسکرت قواعد کا بانی اور قدیم عالم تھا۔ وہ لاہور میں پیدا ہوا تھا۔

(20) گندھارا کا پایہ تخت کہاں واقع تھا؟

جواب: گندھارا کا پایہ تخت ''گاؤں ہنڈ'' تھا۔

(21) چنگیز خان کہاں سے واپس مڑا تھا؟

جواب: چنگیز خان ہنڈ کے پاس دریا کا پاٹ دیکھ کر واپس مڑ گیا تھا۔

(22) محمود غزنوی نے پنجاب میں کسے شکست دی تھی؟

جواب: محمود غزنوی نے پنجاب کے راجا جے پال کو شکست دی تھی۔

(23) مورخین نے ہندوستان کا دروازہ کسے کہا ہے؟

جواب: مورخین نے ہندوستان کا دروازہ ہنڈ کو کہا ہے۔ اس کا پرانا نام اوہند تھا۔

(24) قلعہ اٹک کس نے بنوایا تھا؟

جواب: قلعہ اٹک اکبر نے بنوایا تھا۔ اسے اٹک بنارس بھی کہتے ہیں۔

(25) شیر شاہ سوری کی مملکت کہاں سے کہاں تک پھیلی ہوئی تھی؟

جواب: شیر شاہ سوری کی مملکت پنجاب سے بہار تک پھیلی ہوئی تھی۔

(26) اکبر کس کے نقشِ قدم پر چلتا رہا؟

جواب: اکبر شیر شاہ سوری کے نقش قدم پر چلتا رہا۔ اس کے شروع کیے ہوئے کاموں کو اکبر نے آگے بڑھایا۔

(27) قلعہ اٹک کے قریب کشتیاں چلانے کے لیے ملاح کہاں سے لائے گئے؟

جواب: کشتیاں چلانے کے لیے ملاح بنارس سے لائے گئے تھے۔

(28) بنارسی ملاحوں کو شہر میں دیئے گئے محلے کا کیا نام تھا؟

جواب: جس محلے میں ملاح رہتے تھے اس کا نام ملاحی ٹولہ پڑ گیا۔ یہ محلہ اب بھی اسی نام سے مشہور ہے۔

(29) غیر ملکی اشیا کی خریداری کا مرکز کون سا شہر تھا؟

جواب: غیر ملکی اشیا کی خریداری کا مرکز لنڈی کوتل شہر تھا۔

(30) مصنف نے کسٹم والوں پر کس طرح طنز کی ہے؟

جواب: مصنف کے مطابق کسٹم والے صرف چھوٹی موٹی چیزیں لانے والوں کو پکڑتے ہیں۔ بڑے لوگ بڑی آسانی سے بڑی بڑی چیزیں لے کر نکل جاتے ہیں۔

www.ilmkidunya.com

(31) کسٹم والوں نے مصنف کی گاڑی کس وقت روکی تھی؟

جواب: انھوں نے مئی کی گرمی میں دوپہر کے وقت روکی تھی جب کہ مسافر روزے سے ساتھ تھے۔

(32) حسن ابدال کی معروف جگہوں کے نام بتائیں۔

جواب: حسن ابدال میں بہت سی مسجدیں ہیں۔ ایک طرف سکھوں کا گردوارہ پنجہ صاحب ہے، دوسری طرف باباولی قندھاری کی چلہ گاہ، کشمیر کی طرف جانے والی سڑک پر اکبر کی بیٹی لالہ رُخ کی قبر ہے۔

(33) مشہور قلعہ اٹک کے معمار کون تھے؟

جواب: مشہور قلعہ اٹک کے معمار خواجہ شمس الدین خوافی تھے۔

(34) حسن ابدال کی بڑی سی چٹان کے بارے میں سکھوں کا کیا عقیدہ ہے؟

جواب: سکھوں کا عقیدہ ہے کہ اس چٹان کو باباولی قندھاری نے پہاڑی سے نیچے کی لڑھکا دیا تھا۔ نیچے سے باباگرونانک نے اپنے پنجے سے اسے روک لیا تھا۔ سکھوں کا عقیدہ ہے کہ اب تک اس پر باباگرونانک کے پنجے کا نشان موجود ہے۔

(35) مغلوں کی سب سے بڑی باؤلی کہاں موجود ہے؟

جواب: مغلوں کی سب سے بڑی باؤلی واہ چھاؤنی میں ہے۔

(36) شہر سرائے کالا کی پہچان کیا ہے؟

جواب: شہر سرائے کالا کی پہچان وہاں کی مخصوص کونڈیاں ہیں۔ یہ کالے پتھر کی بنی ہوتی ہیں اور ان کے کناروں پر بیل بوٹے بنے ہوتے ہیں۔ ان کو رکھنے کا انداز بھی بہت نرالا ہے۔

(37) اکبر نے مرگلہ پہاڑی پر سڑک کیوں بنوائی تھی؟

جواب: اکبر نے یہ سڑک اس لیے بنوائی تھی کہ کابل پر حملے کے وقت بھاری توپیں آسانی سے پہاڑی پر چڑھائی کر سکیں۔

(38) ڈاکٹر اجمل کی گلی کہاں واقع ہے؟

جواب: ڈاکٹر اجمل کی گلی مری روڈ پر کمپنی باغ کے سامنے ہے۔

(39) مصنف نے کیا دعا مانگی ہے؟

جواب: مصنف نے یہ دعا مانگی ہے کہ کھیلتے ہوئے بچوں کے ملے ہوئے ہاتھ کبھی نہ چھوٹیں۔ ہمسائیگی کے رشتے قائم رہیں۔ یہ گلیاں یوں ہی شاد رہیں اور ان میں کھیلنے والے بچے یوں ہی ان گلیوں کی رونق بڑھاتے رہیں۔

(40) جرنیلی سڑک کے بارے میں شیر شاہ سوری کے کارنامے بیان کریں۔

جواب: شیر شاہ سوری نے جرنیلی سڑک تعمیر کروائی جو کابل سے بنگلہ دیش تک جاتی تھی۔ اس کی لمبائی 3600 کلومیٹر تھی۔ اس پر جگہ جگہ سرائے، لنگر خانے اور مسجدیں تعمیر کی گئی تھیں۔

(41) وادی پشاور کے بارے میں مصنف نے کن خیالات کا اظہار کیا ہے؟

جواب: مصنف کے مطابق وادی پشاور بہت سرسبز تھی۔ بار بار لشکروں کے روندے جانے کے باوجود اس کی زمین ہری بھری ہے۔ بحر حال اس میں موجود سرائے اور قلعے وقت کی دھول میں گم ہو گئے ہیں۔

(42) لنڈی کوتل شہر کیوں مشہور ہے؟

جواب: لنڈی کوتل سے چونکہ غیر ملکی کپڑا، بلیڈ، صابن اور سگریٹ آسانی سے مل جاتے تھے۔

www.ilmkidunya.com